معاصر سے انتخاب

ایران کا انقلاب

شیعہ، سنّی یا اسلامی؟

ایران میں انقلاب آیا تو دنیائے اسلام میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، اگرچہ ایران کی غالب اکثریت اثنا عشری فرقے سے تعلق رکھتی ہے اور ایرانی انقلاب کے روح رواں آیت اللہ خمینی کا تعلق بھی اثنا عشری فرقے سے تھا، لیکن عالم اسلام نے عموماً اور اسلامی تحریکوں نے خصوصاً ایران کے انقلاب کا خیر مقدم نہایت خندہ پیشانی سے کیا۔ یہ وہ موقع تھا جب دنیا بھر کے مسلمان مذہبی فرقہ واریت کو بالائے طاق رکھ کر صرف اسلام کے نام پر ایرانی انقلاب کی حمایت پر کمربستہ ہوگئے۔

گزشتہ دنوں علمائے اہلسنت ایران کا ایک وفد کراچی آیا، انہوں نے تکبیر سے ملاقات کی اور تفصیل سے ایران کے حالات اور وہاں کے اہلسنت عوام کے ساتھ ہونے والے سلوک اور ان کے مسائل پر روشنی ڈالی۔ وفد کے مطابق صفوی خاندان سے قبل ایران میں سنیوں کی حکومت تھی اور عوام کی اکثریت سنّی مذہب سے تعلق رکھتی تھی، لیکن جب صفوی خاندان برسرِ اقتدار آیا تو انہوں نے عوام کو شیعہ بننے پر مجبور کردیا، سنیوں پر مظالم ڈھائے گئے، چنانچہ یا تو وہ مذہب بدلنے پر مجبور ہوگئے یا پھر ان کی بڑی تعداد دوسرے ملکوں اور سرحدی علاقوں میں منتقل ہوگئی۔ یہی وجہ ہے کہ سنّی — ایران کے ان سرحدی پہاڑوں یا ان صحرائی علاقوں میں آباد ہیں، جہاں صفوی حکمرانوں کی فوجوں کا پہنچنا ممکن نہ تھا۔ اس سے قبل بڑے بڑے شہر نیشاپور، اصفہان، شیراز سنیوں کے شہر تھے اور بڑے بڑے علماء وہاں پیدا ہوئے، لیکن اب ان تمام علاقوں میں سنّی نہ ہونے کے برابر ہیں۔

خمینی کے انقلاب سے قبل شاہ ایران کے دور میں اگرچہ شاہ خود شیعہ مسلک سے تعلق رکھتا تھا، لیکن شیعہ، سنّی میں امتیاز نہ تھا۔ اس دور میں مغربی تہذیب کو عروج حاصل ہوا، جب خمینی نے انقلاب کے لئے کام کا آغاز کیا تو اسلام کو موضوع بنایا، عقیدے کا نام نہیں لیا گیا، چنانچہ سنّی نوجوان علماء اور عوام نے خمینی کا ساتھ دیا۔ کردستان کے ایک بڑے عالم علامہ احمد مفتی زادہ، مکتبِ قرآن میں تعلیم دیتے تھے۔ قرآن کی تعلیمات سے شروع ہوکر یہی مدرسہ ایک تحریک کی شکل اختیار کرگیا۔ ایرانی انقلاب کے دوران علامہ کے بہت سے شاگرد شہید بھی ہوئے، لیکن علامہ نے انقلاب کی حمایت کو لازمی قرار دیا کیونکہ شاہ ایران ظالم تھا اور انہیں امید تھی کہ شیعہ اور سنّی کے اتفاق سے ایران میں خالص اسلامی حکومت قائم کی جائے گی۔ اس سلسلے میں انہوں نے خمینی سے کئی وعدے بھی لئے، جن میں کہا گیا کہ ہمارا انقلاب سنّی یا شیعہ نہیں، بلکہ اسلامی انقلاب ہے۔ انقلاب کے دوران جب شاہ ایران نے ایرانی مسلمانوں کو مختلف فرقوں میں تقسیم کرنے کی کوشش کی، تو مفتی زادہ صاحب نے اپنی تقریروں اور خطبوں سے ایران کے عوام کو اتحاد پر آمادہ کیا۔ انقلاب کی کامیابی کے بعد مفتی صاحب نے خمینی کے سامنے پروگرام پیش کیا کہ کس طرح ہم اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے سنّی اور شیعہ دونوں مل کر اسلامی حکومت کے قیام پر عمل درآمد کرسکتے ہیں۔ کچھ عرصے کے بعد ایران کا آئین مرتب کرنے کے لئے حکومت نے مجلسِ خبرگان بنائی تاکہ وہ دستور بنائے۔ اس میں لکھا گیا کہ ایران کا رسمی مذہب شیعہ اثنا عشری ہے اور یہ قیامت تک رہے گا۔ دوسرے لوگوں کے بارے میں لکھا کہ باقی لوگ اپنے مذہب کے مطابق زندگیاں گزار سکتے ہیں۔ مفتی صاحب نے خمینی سے ملاقات کی اور کہا کہ جب ہم اسے شیعہ انقلاب نہیں کہتے، اسلامی انقلاب کہتے ہیں، تو پھر آپ کیوں دستور میں خود کو شیعہ لکھتے ہیں؟۔

دستور میں یہ بھی لکھا گیا کہ صدر لازماً شیعہ ہونا چاہئے ان یک طرفہ قوانین کا اثر یہ ہوا کہ اب صدر اور وزیراعظم تو درکنار ایک وزیر بھی سنّی نہیں ہے، حالانکہ انقلاب کو بارہ سال ہوگئے۔ نوبت بہ ایں جا رسید کہ کسی اہم عہدے پر سنّی فائز نہیں ہوسکتا، یہاں تک کہ اسکولوں اور مدرسوں میں استاد بھی سنّی نہیں رکھے جاتے۔ انقلاب کے بعد جب یہ صورت

حال واضح ہوئی ' تو مفتی صاحب نے اہلسنت کے علماء کو بلایا اور ایک شوریٰ شورائے مرکزی سنت (شمس) بنائی ' ان کا مقصد یہ تھا کہ اس کے ذریعے اہلسنت کے حقوق کا تحفظ کیا جائے ' انہوں نے تہران میں اہلسنت کے لئے ایک مسجد بنانے کی کوشش کی کیونکہ تہران میں ایک لاکھ سے زائد سنی ہیں ' لیکن ان کے لئے ایک مسجد بھی نہیں ہے ' کچھ لوگ پاکستان کے سفارت خانے کے مدرسے کی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں جہاں کوئی باقاعدہ مسجد نہیں ہے ' بلکہ نماز پڑھنے کے لئے ایک جگہ مخصوص کردی گئی ہے اور کچھ لوگ حزب اسلامی کے دفتروں وغیرہ میں پڑھتے ہیں ' جب کہ اکثریت نماز باجماعت سے محروم رہتی ہے۔ تہران میں عیسائیوں کے کلیسا ہیں ' زرتشت آتش کدے اور دیگر عبادت گاہیں ہیں ' لیکن سنیوں کے لئے مساجد بنانے پر پابندی ہے کہ اس سے تفرقہ پیدا ہوتا ہے ' جب کہ سنیوں کے علاقے میں جہاں سو فیصد سنی آبادی ہے وہاں چند ملازمین کے لئے بھی شیعوں کی علیحدہ مسجد بنائی جاتی ہے ' چنانچہ مفتی زادہ صاحب نے تہران میں مسجد بنانے کے لئے چندہ کیا ' رقم جمع کی ' لیکن حکومت نے اس رقم پر قبضہ کرلیا اور انہیں پابند سلاسل کردیا۔ مفتی زادہ صاحب مسجد بنا کر عقائد کے تحفظ کے لئے ایک رسالہ نکالنا چاہتے تھے ' چنانچہ حکومت نے یہ دیکھتے ہوئے کہ سنیوں میں مفتی صاحب کے اثرات ہیں ' اور ان کی تحریک حکومت کے خلاف جائے گی ' مفتی صاحب ' ان کے احباب ' علماء کرام اور شاگردوں کو بند کردیا۔ شوریٰ کے اراکین کو بھی گرفتار کرلیا گیا اور اہلسنت کی اس تحریک کو تقریباً ختم کردیا۔ اخوان المسلمین ' جماعت اسلامی اور دیگر کئی تنظیموں نے جب ان کی گرفتاری پر احتجاج کیا ' تو حکومت نے ابتدا میں اس بات سے انکار کردیا اور کہا کہ مفتی صاحب کو گرفتار نہیں کیا گیا ' جب یہ گرفتاری ظاہر ہوگئی ' تو کہا گیا کہ مصلحتاً گرفتار کیا گیا ہے۔ آخری خط میاں طفیل صاحب نے مفتی زادہ صاحب کی رہائی کے لئے خامنہ ای کو لکھا ' تو انہوں نے کہا کہ یہ ہمارا داخلی مسئلہ ہے اور ہماری خواہش ہے کہ آپ اس میں مداخلت نہ کریں۔

خمینی نے ایک بار مفتی زادہ صاحب کو خط لکھا کہ ہم آپ کو رہا کرتے ہیں ' لیکن آپ اپنا کام دوبارہ شروع نہ کریں۔ انہوں نے کہا یہ میرا دین ہے ' اگر میں دعوت کو چھوڑ دوں گا ' تو دین چھوڑ دوں گا۔ خمینی نے کہا آپ صرف لکھ دیں ' بعد میں جو چاہیں کریں ' انہوں نے کہا میں جھوٹ نہیں بول سکتا۔ ان کے شاگردوں کو ایک دو سال بعد چھوڑ دیا گیا ' لیکن مفتی صاحب کو نہیں چھوڑا گیا۔

ایران میں انقلاب کے ایک سال بعد کردستان میں حکومت اور کردوں کے درمیان جو زیادہ تر لادین کیونسٹ تھے ' جنگ رہی۔ اس عرصے میں مفتی صاحب نے حکومت کی حمایت میں بڑا کردار ادا کیا ' انہی کے شاگردوں نے حکومت کی حمایت میں ان عناصر سے جنگ کی ' یہاں تک کہ مفتی صاحب اور ان کے شاگردوں پر حکومت کا ایجنٹ ہونے کا الزام لگایا جانے لگا۔

بعدازاں انہوں نے محسوس کیا کہ حکومت ان سے لڑنے کے لئے ہمیں امداد اور اسلحہ نہیں دے رہی۔ علاوہ ازیں آیت اللہ طالقانی نے جو متعصب نہیں تھے ' بتایا کہ حکومت چاہتی ہے کہ آپ کی کیونسٹوں کے ساتھ جنگ جاری رہے اور آپ دونوں کمزور ہوجائیں ' چنانچہ انہوں نے سنندج سے جو کردستان کا مرکز ہے ' ہجرت کی اور کرمان شاہ آگئے۔ ہجرت کے بعد شوریٰ بنائی اور حکومت سے تعلقات ختم ہوگئے۔ بعدازاں ان کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کیا گیا کہ یہ سنی اور شیعوں میں اختلافات پیدا کرنا چاہتے ہیں اور سعودی عرب کے ایجنٹ ہیں۔ ایران میں جب اہلسنت کی تحریک رک گئی ' تو کثیر تعداد میں نوجوانوں نے ایران سے نکلنا شروع کردیا۔ شاہ ایران کے زمانے میں بھی طالب علم دوسرے ملکوں میں علم کے حصول کے لئے جاتے تھے۔ ایرانی حکومت کے جاسوسوں نے رپورٹ دی کہ یہ طالب علم جب ایران واپس جاتے ہیں ' ان کے افکار و مقاصد بدل جاتے ہیں۔ جب ایرانی طلباء واپس ایران جاتے ' تو انہیں گرفتار کرلیتے اور پوچھتے کہ کیا پڑھا ہے۔ حکومت کے بارے میں کیا نظریہ ہے۔ جن پر شبہ ہوجاتا کہ یہ حکومت کے خلاف خیالات رکھتے ہیں ' انہیں گرفتار کرلیتے بقیہ کو چھوڑ دیتے۔ آٹھ سال تک ایران میں سنیوں کو پھانسی نہیں دی گئی تھی ' صرف ایک سنی بہمن شکوری کو جو شیعہ سے سنی ہوگیا تھا ' پھانسی دی گئی تھی ' لیکن آٹھ سال بعد جب ایران کی حکومت نے محسوس کیا کہ سنیوں کی تحریک طاقت پکڑتی جارہی ہے ' تو پھانسیوں کا آغاز کردیا گیا اور یوں متعدد افراد کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔

بشکریہ ہفت روزہ تکبیر ۱۶ جنوری ۱۹۹۲ء کراچی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من سب الانبیاء قتل ومن سبّ اصحابی جلد

جو شخص انبیاء کو برا کہے اسے قتل کردیا جائے اور جو صحابہ کو برا کہے اسکی دروں سے پٹائی کی جائے۔

یرانی فوج کی کارروائی میں سازمان مجاہدین اہلسنت کے ابو طلحہ جاں بحق

تنظیم سازمانِ اہلسنت ایران کے جاری کردہ ایک بیان کے مطابق اکتوبر ۱۹۹۱ء کے ابتدائی دنوں میں حکومت ایران نے بعض الزامات عائد کرکے دس سنّی نوجوانوں کو زاہدان شہر میں پھانسی پر لٹکا دیا۔ اس کے ردِعمل میں چند سنّی بلوچ نوجوانوں نے رود ماہی کے علاقے میں حکومت کے چند گشتی قاتلوں پر حملہ کرکے انہیں ہلاک کردیا، جس کے بعد حکومتی کارندوں نے اس علاقے پر دھاوا بول دیا۔ اسی دوران ایران کے سنّیوں کی تنظیم سازمان مجاہدین اہلسنت ایران کا ایک تبلیغی گروپ مولانا واحد بخش حسین المعروف ابو طلحہ کی قیادت میں تبلیغی مشن پر ایران میں داخل ہوا اور لٹریچر تقسیم کیا۔ ایرانی حکومت نے اس گروپ کی سرگرمیوں کا علم ہونے پر تنظیم کے تبلیغی گروپ اور اس علاقے کے بلوچوں کے خلاف آپریشن کا منصوبہ بنایا۔

تبلیغی مشن کے افراد نے، جو دورے کے بعد اپنے ہیڈ کوارٹر افغانستان میں لوٹنے والے تھے، واپس آتے ہوئے بلوچستان کے

کوہستانی علاقے "قلا بید اور جاہ احمد" کے درمیان بلوچ مجاہدین کے سالار، شمس الدین سالارزہی کے ہیڈ کوارٹر میں، جو خود بھی وہاں موجود تھے، رات گزارنے کا فیصلہ کیا۔ حکومتِ ایران کے جاسوسوں نے فوج کو اطلاع پہنچا دی کہ مجاہدین کے مرکز میں سازمان کا تبلیغی گروپ بھی مقیم ہے۔ اطلاع ملتے ہی حکومت نے فوج کی بہت بڑی تعداد جدید اسلحے سے لیس اس علاقے کا محاصرہ کرنے کے لئے روانہ کی۔ ان کی مدد کے لئے پانچ ہیلی کاپٹر بھی بھیجے گئے۔ اس وقت مرکز میں تنظیم کے تبلیغی گروپ سمیت صرف ۱۲۷ افراد تھے۔ ایرانی فوج نے مرکز کا محاصرہ کرلیا اور سات افراد کو جو پہرہ پر تھے، قابو میں کرلیا۔ بعد ازاں صبح جب روشنی ہوگئی اور کچھ افراد نیند سے جاگ کر نماز کی تیاریوں میں مشغول تھے، تو یکایک چاروں جانب سے فائرنگ شروع کردی گئی۔ ان افراد نے بھی اپنے مورچے سنبھال لئے اور گیارہ بجے دن تک مقابلہ ہوتا رہا۔ اس دوران بعض افراد ایک پہاڑی پر چڑھ کر ایک مورچہ ایرانی فوجوں سے آزاد کرانے میں کامیاب ہوگئے، اس دوران تین ہیلی کاپٹر بھی جائزہ لینے آگئے۔ ان میں سے اترتے ہوئے کئی بڑے افسران اور ایک عالم بھی گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ ۱۲ بجے ایرانی فوجوں نے قریبی علاقوں کے سنّیوں کی کمک کے خوف سے بہ عجلت علاقہ خالی کردیا۔ اس لڑائی میں سازمان اہلسنت کے مولانا واحد بخش المعروف طلحہ سمیت ۱۸ افراد اور دو سو ایرانی فوجی ہلاک ہوگئے۔ ایرانی فوجیوں نے اس کارروائی کو اپنی سب سے بڑی کامیابی ظاہر کیا اور ریڈیو، ٹی وی سے اس کی تشہیر کی گئی۔ روزنامہ جنگ کراچی ۲۹ نومبر کی اشاعت میں ریڈیو لندن کے حوالے سے بھی یہ خبر چھاپی گئی۔ ایرانی ریڈیو نے پہلی بار یہ اعلان کیا کہ حکومت نے ایران مخالف گروپ سے ٹکر لی ہے، ورنہ اس سے قبل وہ جو بھی کارروائی کرتے، تو مخالفین کو اسمگلر اور منشیات فروش قرار دیا کرتے تھے۔

تہران میں سنّیوں کی ایک بھی مسجد نہیں

اسپیکٹ انٹرنیشنل کی رپورٹ

لندن سے شائع ہونے والے رسالے اسپیکٹ انٹرنیشنل کے ایک شمارے میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ ایران کو ایک اسلامی ریاست بنانے کی بجائے شیعہ ریاست بنا دیا گیا ہے۔ اب سنّیوں کو ایران میں رہنے والی دوسری اقلیتوں مثلاً یہودی، عیسائی، آرمینین اور زرتشتوں کو جتنے بھی حقوق حاصل نہیں رہے۔ ایران میں کوئی وزیر، نائب وزیر، سفارتکار، فوجی افسر، عدالت عالیہ کا رکن، گورنر جنرل، گورنر، کسی کارپوریشن یا ادارے کا سربراہ، سنّی نہیں ہے۔ انتظامیہ میں کسی معمولی سے معمولی عہدے پر کوئی سنّی فائز نہیں ہے، یہاں تک کہ سنّیوں کے علاقے میں مذہبی معاملات پر فیصلہ دینے کے لئے بھی شیعہ حضرات کو فائز کیا جاتا ہے۔ سنّیوں کو کوئی کتاب، جرنل، رسالہ شائع کرنے کی اجازت نہیں ہے، جس میں وہ اپنی فقہ یا مذہبی عقائد کو شائع کرسکیں۔ زاہدان یونیورسٹی میں، جو ایرانی بلوچستان کے لئے بنائی گئی ہے اور جہاں نوّے فی صد سنّی آبادی ہے، دو ہزار میں صرف نو طالب علم ایسے ہیں، جو سنّی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ تہران شہر میں ان کے لئے ایک مسجد بھی نہیں ہے۔ بنکوں کے قرضے، پرمٹ، لائسنس وغیرہ صرف اور صرف اثنا عشری کے لئے مخصوص ہیں۔ (اسپیکٹ انٹرنیشنل، ۸ - ۲۱ جون ۹۰ء)